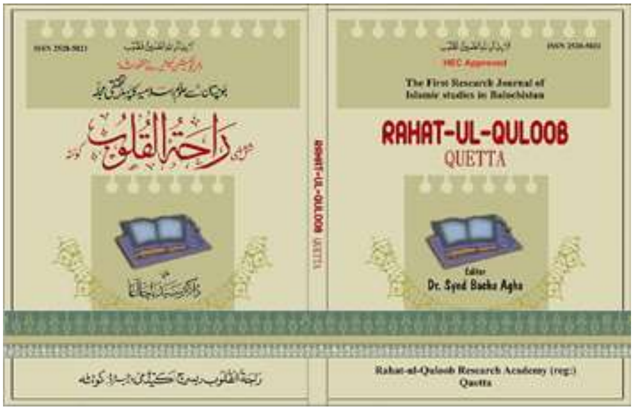


RAHAT-UL-QULOOB

Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2025-5021. (E) 2521-2869

Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**

Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.

Website: www.rahatulquloob.com

Approved by Higher Education Commission Pakistan

Indexing: » Australian Islamic Library, IRI (AIOU), Tahqeeqat, Asian Research Index, Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

TOPIC

اسلام کا تصور اعتدال، قرآن کریم میں بیان کردہ قصہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کی روشنی میں ایک تحقیقی اور اطلاقی مطالعہ

The concept of moderation in Islam, In the light of the story of Jesus Christ as narrated in the Holy Qur'an

AUTHORS

1. Dr. Naveed Altaf Khan, Lecturer, Dawah Academy, International Islamic University Islamabad, Pakistan. Email: dnaveedaltaf@gmail.com
2. Dr Zia ur Rahman, Assistant Professor, Khateeb Faisal Masjid, Islamabad.

How to Cite: Dr. Naveed Altaf Khan, and Dr Zia ur Rahman. 2022. “URDU: اسلام کا تصور اعتدال: قرآن کریم میں بیان کردہ قصہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی روشنی میں تحقیقی واطلاقی مطالعہ: The Concept of Moderation in Islam In the Light of the Story of Jesus Christ As Narrated in the Holy Qur’an”. *Rahat-Ul-Quloob* 6 (1), 119-30. https://doi.org/10.51411/rahat.6.1.2022/355.

URL: http://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/355

Vol. 6, No.1 || Jan–Jun 2022 || URDU-Page. 119-130

Published online: 01-01-2022

QR. Code

اسلام کا تصور اعتدال، قرآن کریم میں بیان کردقصہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کی روشنی میں ایک تحقیقی اور اطلاقی مطالعہ

The concept of moderation in Islam, In the light of the story of Jesus Christ as narrated in the Holy Qur'an

نوید الطاف خان[1] ضیاء الرحمن[2]

ABSTRACT

Islam is a complete system of life which guides the believer in every aspect of life. One of the salient features of Islam is that it is balanced and moderate in all respects. Allah (swt) has called the ummah that knows about it the middle ummah. Since Islam is a moderate religion, it does not advocate monasticism like Christianity, nor is it aware of contemporary materialism. Rather, Islam simultaneously ignites man's physical needs and his spiritual needs. Islam has demanded from its followers that they should not fall prey to any kind of extremism within the religion, just as the Christians before Islam fell prey to the extremism and deviated from the path of truth. They made Jesus Chrisht-son of Mary, a sign of Al misghty- source of monasticism. Allah Almighty, while narrating the story of Jesus Christ in the Qur'an Al-Hakim, has denied all kinds of extremism and has drawn the attention of the Muslims to keep away from every kind of extremism and extremism like christens. In the present article, an attempt has been made to bring to light the teachings of the Holy Qur'an related to Jesus (as) in order to unveil the reality of the spiritual and practical forms of extremism of modern times.

Keywords: monasticism, moderation in Islam, story of Jesus Christ, extremism.

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے جو اپنے ماننے والے کے لیے زندگی کی شاہراہ میں ہر اعتبار سے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک اس کا ہر اعتبار سے متوازن اور معتدل ہونا ہے۔ اللہ پاک نے اس پر عمل کرنے والی امت کو امت وسط کا خطاب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ایسی امت ہے کہ زندگی کی ہر دوڑ میں درمیانی راہ اختیار کرنے کی خوگر انہیں ہوتی اور نہ ہی کسی بھی لحاظ سے افراط و تفریط اور کمی بیشی کی مرتکب نہیں ہوتی۔ دین اسلام چونکہ دین وسط ہے اس لیے وہ نہ تو عیسائیت کی طرح رہبانیت کا قائل و داعی ہے اور نہ ہے عصر حاضر کی مادیت کا علم بردار۔ بلکہ اسلام انسان کی جسمانی ضروریات اور اس کے روحانی تقاضوں کو بیک وقت جلا بخشتا ہے۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں سے یہ مطالبہ کر رکھا ہے کہ وہ دین کے اندر کسی بھی قسم کے غلو کا شکار نہ ہوں جیسا کہ اسلام سے پہلے نصاریٰ مختلف قسم کے غلو میں مبتلا ہو کر راہ حق سے منحرف ہو گئے۔یعنی عقیدہ میں اللہ پاک کی قدرت کاملہ کی نشانی یعنی حضرت عیسی ابن مریم کو خداوند بناڈالا اور عملی زندگی میں رہبانیت کو زندگی کا رنگ پہنا دیا۔ اللہ تعالی نے قرآن حکیم کے اندر قصہ حضرت عیسیٰؑ مسیح بیان کرتے ہوئے ان دنوں قسم کے غلو کی نفی فرمائی اور اہل اسلام کو اس جانب متوجہ کیا ہے کہ وہ ان دونوں قسم کی غلو اور شدت پسندی سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلقہ اہم ترین حقائق

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کا سب سے زیادہ تذکرہ آیا ہے۔ اور اللہ پاک نے حضرت عیسی علیہ السلام کو جو خاص انفرادی حیثیت اور معجزات عطا کر رکھے تھے اس کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے:

حضرت آدم کی طرح بغیر باپ کے پیدا کرنا

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ [1]

ترجمہ: اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے، اللہ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ان سے کہا: ہو جاؤ۔ بس وہ ہو گئے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ انتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۘ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا [2]

ترجمہ: اے اہل کتاب اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو، اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم تو محض اللہ کے رسول تھے اور اللہ کا ایک کلمہ تھا جو اس نے مریم تک پہنچایا، اور ایک روح تھی جو اسی کی طرف سے (پیدا ہوئی) تھی۔ لہذا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ مت کہو کہ (خدا) تین ہیں۔ اس بات سے باز آجاؤ، کہ اسی میں تمہاری بہتری ہے، اللہ تو ایک ہی معبود ہے وہ اس بات سے بالکل پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے، اور سب کی دیکھ بھال کے لیے اللہ کافی ہے۔

یعنی دین کے اندر غلو سے باز رہو۔ اور اس یہ صورت بتائی گئی سہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی کو اللہ ہی بنا دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول اور اس کا حکم ہیں جو اللہ نے حضرت مریم علیہا السلام پر نازل فرمایا۔ آپؑ نہ تو خداوند ہے اور نہ ہی اس کی ولاد۔

آپؑ کی پیدائش کے حوالے سے قرآن کریم نے سورہ مریم میں تفصیل سے ذکر فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمران جو بیت مقدس کے امام تھے ان کی بیوی نے اللہ کے نذر مانگی کہ اگر اللہ نے انہیں نرینہ اولاد سے نوازا تو وہ اسے اس گھر کے لیے وقف کر دیں گے۔ مگر ان کے ہاں بیٹی حضرت مریم پیدا ہوئیں۔ چنانچہ انہوں نے انہیں بھی اس کے لیے وقف کر دیا اور ان کی کفالت کی ذمہ داری اس وقت کے پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام کے حصہ میں آئی۔ جب حضرت مریم بالغ ہوئیں تو مخصوص ایام کی وجہ سے انہیں بیت المقدس سے دور جانا پڑا اور وہیں انہیں فرشتہ انسانی شکل میں ظاہر ہوا اور انہیں ایک بچے کی بشارت دی جس پر حضرت مریم نے حیرت کا اظہار فرمایا اور کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مجھے تو کسی انسان نے چھوا تک نہیں۔ بہر حال آگے ایسا ہی ہوا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ حاملہ ہو گئیں۔

حضرت عیسی کا بالکل ابتدائے عمری میں بات کرنا

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو دوسری اہم خاصیت عطاء فرمائی تھی وہ پیدائش کے چند عرصے بعد اپنی اور اپنی امی کی صداقت پر بات کرنا ہے۔ قرآن کریم اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتا ہے کہ:

يا أُختَ هارونَ ما كانَ أَبوكِ امرَأَ سَوءٍ وَما كانَت أُمُّكِ بَغِيًّا فَأَشارَت إِلَيهِ ۖ قالوا كَيفَ نُكَلِّمُ مَن كانَ فِي المَهدِ صَبِيًّا قالَ إِنّي عَبدُ اللَّهِ آتانِيَ الكِتابَ وَجَعَلَني نَبِيًّا[3]

ترجمہ: کہا میں اللہ پاک کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھے نبی بنایا۔ گویا اللہ پاک نے انہیں اپنے اور اپنی ماں کے دفاع میں کم عمری کے اندر ہی صلاحیت گویائی عطا فرمائی۔

معجزات سے نوازنا

اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰ کو مندرجہ ذیل معجزات عطاء فرمائے تھے:

مٹی کا پرندہ بنانا اور پھر اس میں پھونک مارنے سے اس کا باقاعدہ پرندے کے طور پر اڑنا۔ گھونگھوں کو گویائی سے نوازنا۔ برص کی بیماری میں مبتلا انسان کو شفاسے نوازنا۔ مردوں کو زندہ کرنا اور آپ کی دعا پر اللہ تعالیٰ کا قوم کے لیے آسمان سے دستر خوان کا نازل فرمانا۔[4]

اللہ تعالیٰ کا آپ کو زندہ حالت میں ہی اوپر اٹھالینا

حضرت عیسیٰ کی ایک اہم خصوصیت اور انفرادیت یہ ہے کہ جب آپ کے مخالفین نے آپ کو مارنے کے لیے سولی چڑہانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح سلامت اوپر اٹھالیا۔ اس بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے:

إِنّا قَتَلنَا المَسيحَ عيسَى ابنَ مَريَمَ رَسولَ اللَّهِ وَما قَتَلوهُ وَما صَلَبوهُ وَلٰكِن شُبِّهَ لَهُم ۚ وَإِنَّ الَّذينَ اختَلَفوا فيهِ لَفي شَكٍّ مِنهُ ۚ ما لَهُم بِهِ مِن عِلمٍ إِلَّا اتِّباعَ الظَّنِّ ۚ وَما قَتَلوهُ يَقينًا بَل رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيهِ ۚ وَكانَ اللَّهُ عَزيزًا حَكيمًا[5]

ترجمہ: اور انہوں نے یوں کہا کہ بلاشبہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا جو اللہ کے رسول ہیں حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو شبہ میں ڈال دیا گیا اور بلاشبہ جن لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا وہ ضرور ان کے بارے میں شک میں ہیں اٹکل پر چلنے کے سوا ان کو ان کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ اور یقینا انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

اس تفصیل سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالي نے حضرت عيسيٰ کو جسم وروح سمیت اوپر اٹھالیا اور مخالفین نے ان کے ساتھ مشابہت رکھنے والے کسی شخص کو سولی چڑھادیا۔

نزول عیسیٰؑ:

حضرت عیسیٰ کی ایک انفرادیت یہ ہے کہ وہ قرب قیامت میں واپس زمین پر اتریں گے۔ اس وقت ان کی حیثیت بطور امتی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہو گی۔ آپ آتے ہی مسیح دجال کا خاتمہ فرمائیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب توڑیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور پوري دنیا کو انصاف سے بھر دیں گے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: والذي نفسي بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما مقسطا؛ فيكسر الصليب، ويقتل الخنزير، ويضع الجزية، ويفيض المال حتى لا يقبله أحد، وحتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا وما فيها، ثم يقول أبو هريرة: "اقرؤا إن شئتم: وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ[16]

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ آنے والا ہے جب ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) تم میں ایک عادل اور منصف حاکم کی حیثیت سے اتریں گے۔ وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، سوروں کو مار ڈالیں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی زیادتی ہو گی کہ کوئی لینے والا نہ رہے گا۔

مذہب عیسائیت میں بدترین غلو کی بدترین صورتیں

نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کی طرف سے لائے گیے دین میں جو بڑے بڑے غلو کیے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اللہ کی نشانی قدرت کو خداوند بنا دینا

اللہ پاک نے حضرت عیسیٰ کی پیدائش کو اپنی قدرت کاملہ کے طور پر بیان فرمایا مگر نصاریٰ نے اسے ہی ذات باری تعالیٰ کا لازمی جزء بنا دیا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ھے:

يا أَهلَ الكِتابِ لا تَغلوا في دينِكُم وَلا تَقولوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الحَقَّ ۚ إِنَّمَا المَسيحُ عيسَى ابنُ مَريَمَ رَسولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلقاها إِلىٰ مَريَمَ وَروحٌ مِنهُ ۖ فَآمِنوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلا تَقولوا ثَلاثَةٌ ۚ انتَهوا خَيرًا لَكُم ۚ إِنَّمَا اللَّهُ إِلٰهٌ واحِدٌ ۖ سُبحانَهُ أَن يَكونَ لَهُ وَلَدٌ ۘ لَهُ ما فِي السَّماواتِ وَما فِي الأَرضِ ۗ وَكَفىٰ بِاللَّهِ وَكيلًا۔

ترجمہ: اے اہل کتاب اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو، اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم تو محض اللہ کے رسول تھے اور اللہ کا ایک کلمہ تھا جو اس نے مریم تک پہنچایا، اور ایک روح تھی جو اسی کی طرف سے (پیدا ہوئی) تھی۔ لہٰذا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ مت کہو کہ (خدا) تین ہیں۔ اس بات سے باز آجاؤ، کہ اسی میں تمہاری بہترین ہے، اللہ تو ایک ہی معبود ہے وہ اس بات سے بالکل پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے، اور سب کی دیکھ بھال کے لیے اللہ کافی ہے۔

نصرانیت میں غلو کی یہ سب سے خطرناک صورت ہے۔ جسے اللہ پاک نے سخت ناپسند فرمایا۔ عیسائی جھاں باعتبار عقیدہ حضرت عیسی ؑ کے حوالے غلو کا شکار ہوئے اسی طرح انہوں نے عملی احکامات میں مذہبی پیشواؤں کو شارع کی حیثیت دے دی جو ان کی مرضی کے احکامات دیتے تھے اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ اس طرح ان کے مذہبی پیشوا ان کے اور ان کے رب کے درمیان حائل ہو گیے گویا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے معرفت کا ذریعہ بن سکتے تھے وہ خود اس کی سب سے بڑی رکاوٹ بن گئے۔ اس حقیقت کی بابت ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا إِلٰـهًا وَّاحِدًا ۖ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ[7]

ترجمہ: ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں کو اور درویشوں کو رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی۔ اور حالانکہ ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ صرف ایک معبود کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اس چیز سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔

آیت مبارکہ میں احبار سے مراد انہیں دین کی تعلیم دینے والے اور رھبان سے مراد گرجوں میں رہنے والے تاک الدنیا افراد ہیں ۔ جس طرح مسلمانوں میں خانقاہ نشین پیر اور درویش ہوتے ہیں۔[8]

گویا دین مسیح میں ان کے احبار و رہبان صد عن سبیل اللہ کا باعث بنے اور اس کی اصل تعلیمات کو مسخ کرنے میں سب سے زیادہ کردار ان لوگوں نے ادا کیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔[9]

ترجمہ: اے ایمان والو! احبار اور راہبوں میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں، اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔

یہاں مذہبی رہنماؤں اور پیشواؤں کی دو بڑی مذموم خصلتوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ دھوکہ دہی سے لوگوں سے مال و دولت ہڑپ کرتے ہیں اور دین کی درست تفہیم میں بھی یہ لوگ بڑی رکاوٹ ہیں۔ اسی طرح کے صرف وہ تشریح ان کے لیے قابل قبول ہے جس میں ان کا ذاتی فائدہ ہو۔ اور ان سے ہٹ کر کوئی دین کی خدمت کرنا چاہے تو اس کے راستے میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ الغرض لفظ صد عام ہے اور اس میں تمام طرح کی رکاوٹیں مراد ہو سکتی ہیں۔ یہ غلو کی انتہائی صورت ہے کہ اس دین کے رہنما اور پیچان خود اس دین کے راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جائیں۔

خود ساختہ تصور کفارہ گناہ

نصرانیت میں غلو کو دوسری صورت ان کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام انسانیت بنیادی طور پر گناہ گار ہے البتہ حضرت عیسیٰؑ کا ان کے گمان کے مطابق سولی چڑھنا بعد میں آنے والی ساری انسانیت کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ یہ دراصل اپنی ہوس کی پوجا کا دوسرا نام ہے اور انہوں نے بغیر کسی دلیل بغیر انجیل کی تعلیمات پر عمل کیے اپنی آسانی کے لیے یہ عقیدہ گڑھ لیا۔

تصور رہبانیت

نصاریٰ کی غلو فی الدین کی تیسری صورت خود ساختہ رہبانیت کا تصور ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر صرف اللہ کی عبادت میں مشغول ہو لیا جائے۔ عملی زندگی میں اس غلو کی اس تیسری صورت نے نصرانیت اور انسانیت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا۔[10]

ترجمہ: رہبانیت کو خود اختیار کیا مگر اس کی رعایت بھی نہ رکھ سکے۔ گویا دین سے بڑھ کر دین کی ہمدردی نے انہیں مزید مشکل میں ڈال دیا اور وہ نہ تو روحانیت کو معراج کو پہنچ سکے اور نہ ہی جسمانی ضروریات پوری کر سکے۔

امت مسلمہ کے لیے قصہ حضرت عیسیٰ اور مذہب عیسائیت سے بر آمد ہونے والے اسباق

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغام ہدایت یعنی قرآن کریم میں انبیاء کرام اور ان کی امتوں پر مشتمل قصوں کو خصوصی جگہ اور اہمیت دی ہے اور ان قصوں کو بیان کرنے کا سب سے بڑا اور واحد مقصد یہ ہے کہ امت محمد یہ ان سے عبرت حاصل کرے اور کامیابی کی راہ اختیار کرے اور ناکامی و خسران والے طرز عمل سے خود کو دور رکھے۔ حضرت عیسیٰ کے قصہ سے جو اہم ترین اسباق بر آمد ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

دین اسلام معتدل دین ہے:

سب سے اہم سبق جو اس قصہ سے بر آمد ہو تا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان بطور فرد اور معاشرہ دین کے درست مفہوم کو سمجھیں اور اس پر کما حقہ عمل بھی کریں۔ دین اسلام دراصل اعتدال والا مذہب ہے۔ وہ انسان سے یہ چاہتا ہے کہ اپنی جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی ضروریات کو پورا کیا جائے۔ جسم کے اپنے تقاضے ہیں اور روح کے اپنے۔ اور ان دونوں کے تقاضوں کو پورا کرنا دراصل حفاظت انسانیت ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ روح کے مخصوص تقاضے پورا کرنے کے لیے اسلام نے عبادت کا پورا نظام دیا ہے جس میں ارکان اسلام کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ اس نظام کا مقصد انسان اور اس کے رب کے درمیان تعلق کو قائم کرنا یا قائم رکھنا ہے۔ اور یہ مقاصد دین میں سے سب سے بڑا مقصد ہے۔ جسے حفظ الدین کا نام دیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ[11]

ترجمہ: اور میں نے بني نوع جن وانس کو صرف اپني عبادت کے لیے پیدا کیا ہے

اس مقصد تخلیق کی حفاظت کے لیے ہی اللہ پاک نے نظام عبادت فراہم کیا ہے۔ اور اس نظام کے ذریعے روح کی تسکین کا سامان مہیا ہو تا ہے۔ انسان کا اپنے خالق کي عبادت سے کنارہ کشي اختیار کرنا روحاني بیماریوں کو دعوت عام دینا ہو تا ہے اور جو انسان جس قدر عبادت کے اس تصور سے عقلي و اعتقادي طور پر عاری اور علمی طور پر کنارہ کش ہو تا ہے وہ اسی قدر حقیقي سکون کی دولت سے محروم ہو تا ہے۔ اسی لیے اللہ پاک نے فرمایا ہے:

الَّذِينَ آمَنُواْ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللهِ أَلاَ بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔[12]

ترجمہ: جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں۔ آگاہ رہو اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔

گویا ایمان لانا اور اس کے بعد اللہ تعالی کو یاد کرنا اور رکھنا دو ایسے کام ہیں جو دل کے سکون کا باعث بنتے ہیں۔ حاصل بات کا یہ ہوا کہ انسان راہ اعتدال پر تب ہی رہ سکتا ہے جب وہ روح کی ضروریات کو کما حقہ پورا کرے۔ اسی طرح اسلام جسم کی ضروریات کے خیال رکھنے کو بھی عین دین گردانتا ہے۔ اسلام نے انسانی جان کو بہت قیمتی گردانا ہے اور خود اسے یا کسی اور کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ ناحق اسے ختم کرے۔ ایک ناحق انسانی جان کا قتل ساری انسانیت کا قتل ہے اور ایک انسانی جان بچانا پوری انسانیت کو بچانا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَنَّه مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭوَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ

ترجمہ: اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کو یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے، جبکہ یہ قتل نہ کسی اور جان کا بدلہ لینے کے لیے ہو اور نہ کسی کے زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے ہو، تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی کی جان بچالے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر ان کے پاس کھلی کھلی ہدایات لے کر آئے، مگر اس کے بعد بھی ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتیاں ہی کرتے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر قصاص کا قانون نافذ کر رکھا تھا اور اسی تناظر میں یہ قانون بیان فرمایا جو اسی طرح امت محمدیہ پر بھی لاگو ہے۔ الغرض انسانی جان کی حفاظت اور اس کی نگہداشت مقاصد شریعہ میں سے دوسرا بڑا مقصد ہے۔ جسے حفظ النفس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لیے اپنی اور دوسروں کی جان کی حفاظت اور اس کو صحت مند رکھنے کی فکر اسلامی تعلیمات کا اہم اور لازمی جزؤ ہے۔ اور اس کے بے جا و بے محل ضیاع کو منع فرمایا ہے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

إِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا[13]۔ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے۔

انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے حقوق بھی ادا کرے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ جسمانی ضروریات کا خاص خیال رکھے اور خوامخواہ اسے مشکل میں نہ ڈالے۔ اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلاَ تُلْقُواْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔ اور اپنے آپ کو خود ہلاکت میں مت ڈالو۔ گویا فرد یا معاشرہ کا جسمانی اور روحانی ضروریات کی انجام دہی کا نام انفرادی اور اجتماعی سطح پر امت وسط کی صفت اور دین وسط کا تقاضا ہے۔

سیرۃ النبی ﷺ اعتدال پسندی کا عملی نمونہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی کریم ﷺ کے حوالے سے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل فرمائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا[14]

ترجمہ: یقیناتم میں سے ان لوگوں کے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے جو اللہ سے ملنے اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہتا ہے۔

اصل مومن وہی ہے جو ان صفات کا جامع ہو جو یہاں بیان ہوئی ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اسوہ رسول کرم ﷺ نے اس وقت عیسائیت نے جو غلو کی ذکر کردہ صورتیں اختیار کر رکھی تھیں آپ ﷺ نے مسلمانوں کو خاص طور پر اس کی تردید فرمائی اور اپنے عملی زندگی میں ان کو کر کے بھی دیکھایا۔ اس حوالے سے امام ترمذی نے ایک حدیث ذکر فرمائی ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: جَاءَ ثَلاَثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا، فَقَالُوا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلاَ أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلاَ أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: «أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي »[15]

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ تین حضرات نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے، جب انہیں نبی کریم ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی کریم ﷺ سے کیا مقابلہ! آپ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔

دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کرلوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ رب العالمین سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ میں تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں (رات میں) اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ «فمن رغب عن سنتي فليس مني » میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اعتدال والے راستے کا درس دیا اور ایسے کاموں کی سخت حوصلہ شکنی کی جو رہبانیت کی طرف لے جاسکتے تھے اور کہا کہ میں بطور روزہ رکھتا ہو اور افطار بھی کرتا ہوں، راتوں کو نماز پڑھتا ہو مگر سوتا بھی ہوں اسی طرح عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ یعنی اپنی جسمانی اور روحانی دونوں ضروریات کا خیال رکھتا ہوں۔

مسلم معاشرہ میں غلو فی الدین کی مختلف صورتیں

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ابتداء ہی میں غلو فی الدین سے منع کیا ہے۔ اس حقیقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ام الکتاب یعنی سورہ فاتحہ میں اپنے بندوں کو یہ دعا کرنے کی تعلیم دی ہے:

اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ، صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۔[16]

ترجمہ: اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام نازل ہوا نہ کہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ ان کا جو راستہ کھو گئے۔

سورہ فاتحہ ہر قسم کی نماز کا لازمی جزؤ ہے اور اس میں بار بار اس کی تعلیم دینے سے مقصود یہی ہے کہ انسان نہ دین میں افراط سے کام لے اور نہ تفریط سے بلکہ دین کی اصل پر سختی سے کاربند رہے اور ظاہر ہے یہ ایک جہد مسلسل ہے اور اللہ پاک کی خاص رحمت و توجہ کے بغیر ناممکن بھی۔ جس طرح یہود و نصاریٰ دین میں غلو کا شکار ہوئے اسی طرح بلکہ شاید اس سے بھی بڑھ کر دین اسلام کے نام لیوا بھی اسی طرز عمل کا شکار ہوسکتے ہیں۔ اس کی طرف اللہ کے پیغمبر ﷺ نے خود توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ، حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي۔[17]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت پر بھی وہی کچھ آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا اور دونوں میں اتنی مطابقت ہوگی جتنی جوتیوں کے جوڑے میں ایک دوسرے کے ساتھ۔ یہاں تک کہ اگر ان کی امت میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ زنا کیا ہو گا تو میری امت میں بھی ایسا کرنے والا آئے گا اور بنو اسرائیل بہتر فرقوں پر تقسیم ہوئی تھی لیکن میری امت تہتر فرقوں پر تقسیم ہوگی ان میں ایک کے

علاوہ باقی سب فرقے جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ نجات پانے والے کون ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے راستے پر چلیں گے۔

حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ امت مسلمہ میں بھی بظاہر مسلمان ہونے کے باجود قرآن وسنت کا درست فہم رکھنے والے اور راہ اعتدال پر قائم لوگ کم ہی ہونگے اور غلو فی الدین کی بے شمار صورتیں وقت وعلاقے کے ساتھ ساتھ سامنے آتی رہیں گی۔ مگر حق پر صرف وہی ہو گا جو اسوہ رسول ﷺ اور اسوہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر عمل پیرا ہوں گے۔ اور اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان قرآن کریم، سیرت النبی ﷺ اور سیرت صحابہ رضون اللہ علیہم اجمعین کے مطالعہ کو اپنی زندگی کا لازمی جزو بنائے۔

امت مسلمہ میں غلو کی چند اہم صورتیں

جیسے طرح نصارنی غلو کا شکار ہوئے مسلم معاشروں میں وقت وحالات کے ساتھ ساتھ عمل دین، خدمت دین واسلام کے نام پر غلو فی الدین کی مختلف صورتیں رونما ہوتی رہیں اور یہ سلسلہ اسی طرح چل رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ، دیگر انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے حوالے سے غلو

اسلام کا پیغام بالکل واضح وصاف ہے۔ اللہ پاک نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الجِنَّ وَالإِنسَ إِلاَّ لِيَعْبُدُونِ [18]

ترجمہ: میں نے بنی نوع جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ خالق اور مخلوق کے درمیان سب سے بڑا تعلق عبادت کا ہے اور عبودیت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے اور اس میں کسی بھی درجہ میں مخلوق میں کوئی بھی شامل نہیں ہو سکتا۔

اشرف المخلوقات میں سب اس افضل ہستی ﷺ سے جب اس بابت اجازت چاہی گئی کہ ان کے لیے سجدہ کیا جائے تو آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے: عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَقُلْتُ رَسُولُ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ يُسْجَدَ لَهُ قَالَ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي أَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَكَ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِي أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَلَا تَفْعَلُوا۔۔ [19]

ترجمہ: حضرت قیس بن سعد سے روایت ہے کہ میں حیرہ میں آیا (حیرہ کوفہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے) تو میں نے دیکھا کہ یہاں کے لوگ اپنے سردار کو (تعظیم کے طور پر) سجدہ کرتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ ان کے مقابلہ میں تو رسول ﷺ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ ﷺ کو (تعظیماً) سجدہ کیا جائے۔ پھر جب میں رسول ﷺ کے پاس آیا تو میں نے کہا۔ میں حیرہ گیا تھا اور میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں اور آپ ﷺ ان کے مقابلہ میں اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ہم آپ ﷺ کو سجدہ کریں آپ ﷺ نے پوچھا بھلا کیا تو جب میری قبر پر آئے گا تو سجدہ کرے گا؟ میں نے کہا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ (تو پھر زندگی میں بھی کسی کو سجدہ نہ کرو)۔

اس لیے دین اسلامی میں کسی بھی قسم کی عبادت سوائے اللہ کے کسی کے لیے درست نہیں۔ چنانچہ اولیاء اللہ، ان کی قبروں مزارات میں ایسا طرز علمی سوائے غلو فی الدین کے کچھ نہیں۔

مسلکی تعصب

مسلم معاشرہ میں غلو فی الدین کی سب سے زیادہ پائی جانے والی صورت مسلکی تعصب ہے۔ جس نے دین اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ ہر فرقہ وجماعت کے پیروکار، خود اور اپنوں کو فرشتوں سے اور دوسروں کو زندیق سے کم درجہ دینے کے روادار نہیں۔ اس مسلک پرستی کی وجہ سے وہ توانائیں جو اشاعت دین میں صرف ہونا تھیں، ترویج مسلک پر لگ رہی ہیں۔ اس سوچ کی وجہ سے اللہ کی رضا، دین کی خدمت واشاعت مقصد اول نہیں رہ پاتا اور مسلکی تنافر وبعد اس قدر زیادہ ہو جاتا ہے کہ کفر اور اہل کفر کے ساتھ چلنا تو آسان نظر آتا ہے مگر دوسرے مسلک والے کے ساتھ ناممکن۔

جدیدیت، مابعد جدیدیت اور راہ اعتدال

جدید مغرب نے چونکہ کلیسا اور پوپ کو شکست دے کر موجودہ مغربی تہذیب کی بنیاد رکھی، اس لیے ان کے ہاں مذہب کا تصور وہی ہے جو کلیسا نے انہیں دیا۔ چنانچہ انہوں نے مذہب کو فرد کا ذاتی معاملہ تصور کر لیا۔ اس لیے ان کی اجتماعی سطح پر مذہب کی کوئی جگہ نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کا خدا کے ساتھ تعلق محض رسمی اور یوگا کی شکل تک رہ گیا جس کے ہونے یا نہ ہونے اور ماننے یا نہ ماننے سے ان کے خیال میں ان کی زندگی میں کوئی بڑا فرق نہیں پڑھتا۔ اس کا لازمی نتیجہ مادیت پرستی کی خطرناک ترین صورت میں سامنے آیا، جہاں خدا کی جگہ پیسے اور ہر نفسانی خواہشات نے لے لی اور نفسا نفسی کا عالم عام ہو گیا۔ یہ تہذیب صرف تہذیب نہیں بلکہ باقاعدہ لادینیت اور نفسانیت کے مجموعہ کی شکل میں ایک نئے اور متبرک و مسلم مذہب کا روپ دھار چکی ہے۔ اس مذہب نے انسانیت کو جدید رہبانیت دی ہے جہاں روحانیت کی کوئی جگہ نہیں۔ یہ وہ دوسری انتہاء ہے جس کی وجہ سے انسانیت تڑپ کر رہ گئی ہے۔ قدیم رہبانیت کا مطالبہ لاغر وناتواں جسم میں توانا اور جوان روح کا تھا اور جدید رہبانیت کا تقاضا جوان اور توانا جسم میں بے قرار اور تڑپتی روح کا ہے۔ یعنی دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی۔ نہ لاغر جسم طاقت ور روح کا مسکن بن سکتا ہے اور نہ غذائی قلت کا شکار بے چین روح مضبوط تن کو جلا بخش سکتی ہے۔ اس لیے عقل مندی اور دانش کا تقاضا یہ ہے کہ اسلام کے فراہم کردہ روحانی سسٹم یعنی نظام عبادت کو دوبارہ اپنے اصولوں پر کھڑا کیا جائے تاکہ جسم وروح دونوں کے تقاضوں پر لبیک کہا جا سکے۔

حقیقی مسلم معاشرہ کا قیام

عالم دنیا دین اسلام کے آفاقی اور حقیقی ثمرات کی جتنی محتاج آج ہے شاید پہلے کبھی نہ رہی ہو۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کم از کم دنیا کے صرف ایک ملک میں حقیقی اسلامی معاشرہ کا قیام عمل میں لایا جائے، اگر ملک نہیں تو ایک مثالی شہر میں ہی سہی۔ پھر دیکھیں کہ دنیا پہلے سے انتظار کر کے ٹکٹ لے کر اس کی سیر کرنے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے کیسے امڈ آتی ہے۔

خلاصہ کلام

دینِ اسلام حقیقت میں انسانی کی فطری پکار کا درست جواب ہے۔ جب بھی کوئی انسانی معاشرہ اس فطری پکار کو سمجھنے میں مجموعی طور

پر ناکام رہا ہے تو اس نے انسانیت کو ناقابل تلافی اور ناقابل فراموش نقصانات دیے ہیں۔ عصر حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان کی مادی وجسمانی سہولیات کی فراہمی پر توجہ مرکوز کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی روحانی اور اخلاقی ضروریات کا بھی خیال رکھا جائے۔ تاکہ انسان کے ضمیر کی آواز یعنی اس کے اس کے رب کے ساتھ تعلق کو بحال کیا جاسکے جس کے بغیر یہ عالم تنہا گوشت بوست کے انسان کا بوجھ اٹھاتے ہلکان معلوم ہوتا ہے۔

حوالہ جات

[1] القرآن، سورہ آل عمران3: 59

[2] القرآن، سورہ النساء4: 171

[3] القرآن، سورہ مریم:28

[4] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المظهري، محمد ثناء الله، التفسير المظهري، مكتبة الرشدية – الباكستان، الطبعة 1412 هـ، تفسير سورة مائدة آیت 113۔115، ج3، ص204

[5] القرآن، سورہ النساء4: 157، 158

[6] القرآن، سورہ النساء4: 159/رواه البخاري:3448، ومسلم: 155

[7] القرآن، سورہ لتوبة : 31

[8] تفسیر مظهري، ج5، ص174

[9] القرآن، سورہ التوبه: 34

[10] القرآن، سورہ الحديد: 27

[11] القرآن، سورہ الذاریات:56

[12] القرآن، سورہ الرعد:28

[13] ابوعبدالله محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دارالفکر، بیروت، حدیث: 5199

[14] القرآن، سورہ الأحزاب:21

[15] صحیح البخاری، حدیث، 5063

[16] القرآن، سورہ الفاتحہ1: 6۔7

[17] محمد بن عیسی، سنن الترمذي، دارالفکر، بیروت، حدیث: 2641

[18] القرآن، سورہ الذاريات : 56

[19] ابوداؤد سلیمان ابن اشعث، سنن ابی داود، حدیث: 2140